۱

۱۹۳۴ء کیلئے جماعت احمدیہ کا پروگرام

(فرمودہ ۵- جنوری ۱۹۳۴ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم سے ۱۹۳۳ء کا جلسہ سالانہ باوجود اس کے کہ رمضان کی وجہ سے بہت سی مشکلات تھیں، خیروخوبی سے ختم ہوا- شاید یہ رمضان کی برکات تھیں کہ اس دفعہ عام طور پر جو لوگ قادیان آئے وہ بہت سا نیک اثر کارکنوں کے متعلق لے کر گئے- شکایتیں تو ہوتی ہیں اور شاید انسانی تدبیر ان کو دور نہیں کر سکتی کیونکہ بڑے مجمعوں میں بعض کمزور بھی ہوتے ہیں، بعض کو ایسا کام سپرد کردیا جاتا ہے جس کے وہ اہل نہیں ہوتے، پھر غلط فہمیاں بھی ہو جاتی ہیں، نیک نیتی کے باوجود بعض اوقات حقیقتِ حال کو انسان سمجھ نہیں سکتا پس یہ ایسی چیزیں ہیں جن کا علاج انسانی طاقت سے باہر ہے لیکن جس حد تک انسانی کوشش کا تعلق ہے باوجود رمضان المبارک کی وجہ سے بعض مشکلات کے جن کی وجہ سے کام تین چار گُنا زیادہ ہوگیا تھا پھر بھی آنے والوں پر عام طور پر نیک اثر تھا- یہاں بھی دورانِ ملاقات میں جن لوگوں سے ذکر آیا وہ متاثر معلوم ہوتے تھے اور باہر سے بھی ایسے ہی خطوط آئے ہیں جہاں یہ امر ہمارے لئے اس وجہ سے خوشی کا موجب ہے کہ افراد جماعت کو خدمت دین کا موقع ملا وہاں ہمیں اس طرف بھی متوجہ کرتا ہے کہ ہمیں چاہیئے جو غلطیاں رہ گئی ہیں ان کی اصلاح کریں- حقیقی تعریف ہمیشہ دو فائدے رکھتی ہے- ایک تو اس سے شکر کا مادہ پیدا ہوتا ہے دوسرے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر میری اتنی سی کوشش نے ایسے نیک

نتائج پیدا کئے ہیں تو یقیناً زیادہ کوشش بہت زیادہ شاندار نتائج کا موجب ہوگی۔ حقیقی مدح کے یہی فوائد ہیں۔ وگرنہ غیر حقیقی مدح سوائے اس کے کہ دماغ خراب کردے، نیکی سے محروم کردے اور تکبر پیدا کرنے کا موجب ہو، کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ پس جہاں میں ان تمام کارکنوں کا خواہ وہ بوڑھے ہوں یا بچے، مرد ہوں یا عورتیں اپنی طرف سے اور مہمانوں کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں وہاں اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے جماعت کے لوگوں میں اخلاص پیدا کیا۔ اخلاص اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا۔

بو علی سینا ایک دفعہ فلسفہ پر کوئی لیکچر دے رہے تھے۔ ایک شاگرد اس سے یہاں تک متأثر ہوا کہ اس نے کہا خدا کی قسم! آپ تو محمدؐ رسول اللہ سے بھی بڑھ کر ہیں۔ بوعلی سینا اُس وقت تو خاموش رہے۔ سردیوں کا موسم آیا تو ایک تالاب جس کا پانی منجمد ہو رہا تھا اور برف کی پپڑیاں جم رہی تھیں اور اس میں کُودنا یقینی ہلاکت تھی، وہ سادگی سے شاگرد سے کہنے لگے کہ اس میں کُود پڑو۔ اس نے جواب دیا آپ کا دماغ تو خراب نہیں ہوگیا۔ اتنے بڑے طبیب ہو کر مجھے کہتے ہو کہ اس تالاب میں کُود پڑوں جہاں کُودنا یقیناً ہلاکت ہے۔ اس پر بوعلی سینا نے کہا کہ نامعقول! میں نے یہ حکم تمہیں یہ بتانے کیلئے دیا تھا کہ دیکھو ایک تم جو مجھ سے اس قدر عقیدت رکھنے کے مدعی ہو، میرے کہنے سے اس تالاب میں کُودنے کیلئے تیار نہیں ہو لیکن محمدؐ رسول اللہ کے ایک اشارہ پر تو ہزاروں لوگوں نے جانیں قربان کردیں پھر تم مجھے اُس دن آپؐ سے افضل بتا رہے تھے۔ تو بڑائی باتوں میں نہیں بلکہ تأثیر سے ہوتی ہے جو خدا کی طرف سے عطا کی جاتی ہے۔ قلوب انسان کے اختیار میں نہیں ہوتے۔ داد اور زبانی واہ واہ تو ہو سکتی ہے مگر انسانی کوشش قلوب کو قابو میں نہیں کرسکتی۔ کسی بڑے لیکچرار کے لیکچر یا شاعر کے شعر پر لوگ وجد میں آجاتے ہیں، بعض سر دھننے اور ناچنے بھی لگ جاتے ہیں لیکن اگر ذوقؔ اور غالبؔ آکر کسی کو کہیں کہ اس شعر کیلئے مجھے سَو روپیہ دے دو تو کوئی نہیں دے گا۔ ان کے اشعار پر خلوت و جلوت میں سر دھنیں گے، وجد میں آکر بعض بیہوش بھی ہو جائیں گے مگر سَو روپیہ کی قربانی پر کوئی آمادہ نہ ہو گا۔ لیکن جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکات ملتی ہیں، ان کی باتیں سیدھی سادھی ہوتی ہیں۔ بعض اوقات بالکل بچوں کی سی باتیں ان کی ہوتی ہیں مگر ان کے پیچھے ایک ایسی زبردست طاقت ہوتی ہے کہ ایک ایک لفظ پر ہزاروں جانیں قربان کردیتے ہیں اور یہی چیز بتاتی ہے کہ کس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت

ہے۔ پس یہ اخلاص موہبت ہے ورنہ قرآن کریم' انبیاء' احادیث بلکہ خدا تعالیٰ پہلے بھی موجود تھا مگر خدا سے ملنے کا ذریعہ معدوم تھا اس لئے نہ قرآن کا لوگوں پر کوئی اثر ہوتا تھا نہ محمدؐ کی باتوں کا اور نہ خدا تعالیٰ کے کلام کا کیونکہ خدا ان سے علیحدہ تھا۔ آگ ہمیشہ اسی چیز کو گرم کرسکتی ہے جس کا اس کے ساتھ تعلق ہو۔ زمہریر میں بیٹھے ہوئے انسان کو ساری دنیا کے تنور مل کر بھی گرم نہیں کرسکتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایسا ذریعہ پیدا کیا جس نے اس کے ساتھ ہمارا تعلق قائم کر دیا اور ہمارے اندر ایسا اخلاص پیدا ہوگیا کہ جہاں ہم میں بیسیوں کمزور ہیں وہاں سینکڑوں مخلص بھی ہیں۔ اور جس چیز نے ان کے اندر اخلاص ودیعت کیا ہے کوئی وجہ نہیں کہ وہ دوسروں کی اصلاح نہ کرسکے اور جو لوگ جماعت میں کسی قسم کی ترقی کی بجائے اس کیلئے روک ثابت ہو رہے ہیں ان کے اندر تبدیلی پیدا نہ کرسکے۔ پس جہاں میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں وہاں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی بھی اصلاح کردے کیونکہ چند ایک کی کوتاہی بھی بدنامی کا موجب ہوسکتی ہے۔

میں نے پہلے بھی کئی بار کہا ہے اور اب پھر کہتا ہوں کہ کام کے متعلق اگر کسی کو شکایت ہو اور اس کے ازالہ کی کوئی تجویز کسی کے ذہن میں آئے تو وہ ابھی سے بتا دیں۔ آج اگر کوئی نقص نظر آتا ہے تو سال کے بعد وہ بھول جائے گا لیکن اگر ابھی نوٹ کرا دیا جائے تو کارکن انتظامات کرتے وقت اسے مدنظر رکھ سکیں گے اور یاد کرانے پر انہیں بھی یاد آ جائے گا۔ ایک نقص میرے نوٹس میں آیا ہے۔ ان مہمانوں کے متعلق جو ہمارے گھر میں ٹھہرتے ہیں مجھے شکایت پہنچی ہے اور دو تین بار متواتر کہ جب بھی کوئی لڑکا منتظمین کے پاس کوئی پیغام وغیرہ لے کر گیا تو وہ یہی جواب دیتے تھے کہ اپنا کوئی آدمی بھیجو جو آکر یہ کام کرلے۔ مجھے تو ان دنوں اس قدر مصروفیت ہوتی ہے کہ انسان کی شکل تک پہچاننی مشکل ہوتی ہے۔ عورتیں بُرقعہ پہن کر کام کیلئے باہر جا نہیں سکتیں اور کوئی ایسا مرد ہمارے ہاں نہیں جو جا کر کام کرسکے۔ ہمارے گھر میں قریباً پچاس مہمان ایسے ٹھہرے ہوئے تھے جن کے کھانے اور ناشتے کا انتظام ہم گھر میں ہی کرتے تھے۔ اور چونکہ یہ معیوب بات ہے کہ کچھ مہمان ناشتہ کریں اور باقی دیکھتے رہیں اس لئے باقیوں کے متعلق بھی جو دوسَو کے قریب تھے' میں نے یہی کہہ رکھا تھا کہ ان کو بھی ناشتہ کرایا جائے۔ پس پچاس کے قریب مہمانوں کو کھانا کھلانے اور اڑھائی سَو کو ناشتہ کرانے اور بعض عورتوں کے بچوں کیلئے چاول وغیرہ تیار کرنے ہوتے تھے۔ اور بھی اس طرح

کے کئی کام ہوتے ہیں۔ ذاتی مہمانوں کی خاطر تواضع ان سے علیحدہ ہوتی ہے۔ ان کاموں کے ہوتے ہوئے کسی ایسے آدمی کو تلاش کرنا جو آکر کام کردے ناممکن ہوتا ہے۔ جس گھر کے مرد دوسرے کاموں میں مصروف ہوں اور عورتیں مہمان نوازی کر رہی ہوں ان سے یہ امید رکھنا کہ وہ خود ہی کسی آدمی کا انتظام کر کے کام کرالیں ناممکن ہے۔ دوسرا نقص جو میرے نوٹس میں آیا یہ ہے کہ اختتامِ جلسہ پر کارکن خود ہی کام چھوڑ دیتے ہیں۔ جو بھی لڑکا یا کوئی اور یہ اطلاع دینے کیلئے گیا کہ اتنے مہمان ہیں ان کا کھانا چاہیئے اس کو یہی جواب دیا گیا کہ جاکر مرزامہتاب بیگ کو تلاش کرو وہ آکر لے جائیں گے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مرزامہتاب بیگ کو منتظم ہماری عورتوں نے مقرر نہیں کیا تھا وہ افسروں کی طرف سے مقرر تھے اور افسروں کا ہی کام تھا کہ انہیں تلاش کرتے۔ میں نے بتایا ہے کہ ہمارے ہاں پچاس کے قریب مہمان ایسے تھے جن کا کھانا اور ناشتہ وہیں تیار ہوتا تھا۔ پھر دو سَو کے قریب ایسے تھے جن کا ناشتہ وہاں تیار ہوتا تھا اور کھانا لنگر سے آتا تھا۔ ایسا ہی بعض اور گھر ہیں جن میں سَو سَوا سَو کے قریب مہمان ٹھہرتے ہیں۔ جیسے حضرت خلیفہ اول کا گھر، مرزا گل محمد کا گھر یا اور بعض گھر جو وسیع ہیں اور جہاں مہمانوں کے لئے زیادہ گنجائش ہوتی ہے ایسے گھروں میں منتظم اگر خود ہی کام چھوڑ دیں تو گھر والوں کا یہ فرض نہیں کہ وہ ان کو تلاش کرتے پھریں۔ افسر ہی انہیں مقرر کرتے ہیں اور انہی کا فرض ہے کہ دیکھیں وہ آخر تک کام کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر وہ غیر حاضر ہوں تو ان سے جواب طلب کریں اور تلاش کرکے کام پر لگائیں۔ یہ نقص ہے جو اس دفعہ میرے نوٹس میں آیا ہے۔ پہلے بھی یہ ہوتا تھا اور میں افسروں کو متوجہ بھی کرتا رہا ہوں لیکن اب کے یہ اس قدر نمایاں طور پر ظاہر ہوا ہے کہ میں نے پرائیویٹ طور پر توجہ دلانا بالکل ناکافی سمجھا۔ جو لوگ کام کرنے کیلئے اپنے نام پیش کرتے ہیں وہ گویا ایک قسم کا معاہدہ کرتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ خود ہی کام نہیں چھوڑیں گے۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان کی مثال اس نوکر کی سی ہوگی جس کے آقا نے کہا تھا کہ باہر جا کر دیکھو بارش ہو رہی ہے یا نہیں۔ تو اس نے جواب دیا کہ ہو رہی ہے، ابھی بلی آئی تھی اور میں نے دیکھا کہ وہ بھیگی ہوئی تھی۔ حالانکہ ممکن ہے بلی نالی میں سے گزر کر آئی ہو۔ تو آپ ہی قیاس کرلینا کہ مہمان چلے گئے ہونگے، خلافِ اصول بات ہے۔ افسروں کو چاہیئے کہ پہلے ہر گھر سے دریافت کروالیں کہ مہمان ہیں یا چلے گئے اور اگر چلے گئے ہوں تب کارکنوں کو چھٹّی دیں۔ اسی طرح اور بھی نقائص ہوں

گے وہ بھی دریافت کرکے ان کی اصلاح کی جائے۔

اس کے بعد میں اس امر کی طرف احباب کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری دنیا کیلئے ایک اور سال چڑھا ہے یوں تو ساری دنیا کیلئے ہی چڑھا ہے مگر ہمارے لئے ہر ایک سال زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ ہر سال ہمیں زمانۂ نبوت سے جو برکات کا زمانہ ہوتا ہے دور لے جارہا ہے اور اس سے ہم جتنا جتنا دور ہوں اسی قدر گھبراہٹ اور فکر ہم میں زیادہ ہونا چاہیئے کہ ابھی سے اس کیلئے تیاری شروع کردیں اور اسے پہلے سالوں سے بھی زیادہ مبارک بنانے کی کوشش کریں۔ اگر ہم ہر سال اپنی تنظیم میں ایک اصلاح کرلیں تو یقیناً بہت بڑے فوائد حاصل کرسکتے ہیں۔ پچھلے سالوں میں کوئی نہ کوئی بات میں بتاتا رہا ہوں کہ اختیار کی جائے اور ان میں سے ایک تو ایسی ہے جو ہر سال کے لئے ہے یعنی تبلیغ۔ بیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سال جلسہ پر پہلے سے زیادہ ہوئی ہے۔ ساڑھے تین صد کے قریب عورتوں نے بیعت کی ہے اور مردوں کی تعداد جس روز مجھے بتائی گئی' پونے چار سَو تھی۔ اس کے بعد بھی پچاس' ساٹھ نے بیعت کی ہے اور اس طرح سوا چار سَو کے قریب ہوگئی۔ یہ ساری مل کر قریباً آٹھ سَو ہوتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہر سال بیعت پہلے سے زیادہ ہوتی ہے۔ مگر دورانِ سال میں بیعت کا جو سلسلہ ہے اسے بھی بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر بیعت کرنے والوں کی تعداد کو پوری طرح محفوظ کرلیا جائے۔ مثلاً جو لوگ مسجد میں بیعت کرتے ہیں ان کے نام محفوظ نہیں رکھے جاتے۔ یا جو عورتیں گھر میں بیعت کر جاتی ہیں ان سب کو اگر شامل کرلیا جائے تو تین' چار ہزار کے قریب بیعت ہر سال ہوتی ہے اور بچوں وغیرہ کو ملا لیا جائے تو چھ' سات ہزار تک یہ تعداد پہنچ جاتی ہے۔ یہی ہماری بیعت کی اوسط ہے لیکن یہ کوئی بڑی اوسط نہیں۔ جو کام ہمارے ذمہ ہے' اس کے لحاظ سے یہ بالکل قلیل ہے۔ اپنی ترقی کیلئے ہمیں جو بات مدنظر رکھنی چاہیئے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تین سَو سال میں سب لوگ احمدی ہو جائیں گے[۱] اور نہ ہونے والے ان کے توابع ہونگے۔ اس تین سَو سال میں سے پینتالیس سال گزر چکے ہیں — ۱۸۸۹ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیعت لی ہے۔ اور گیارہ جمع چونتیس کل پینتالیس سال ہوتے ہیں۔ اور اگر دعوے کو لیا جائے تو تینتالیس سال ختم ہوگئے۔ اگر بیعت کو لیا جائے تو پینتالیس سال گویا ہمارے لئے کام کرنے کے اب صرف دو سَو پچپن سال باقی رہ گئے۔ مگر ہماری ترقی کیلئے یہ

نسبت بہت ہی کم ہے۔ گورنمنٹ کی مردم شماری کی رو سے پنجاب میں احمدیوں کی تعداد چھپن ہزار ہے مگر یہ بالکل غلط ہے۔ بعض جگہ دو دو تین تین سَو کی جماعتیں ہیں مگر وہاں صرف دس پندرہ احمدی دکھائے گئے ہیں۔ ایک جگہ عورتوں کی تعداد بچوں کی تعداد کا پندھرواں حصہ ہے۔ ایک جگہ مرد کوئی نہیں صرف عورتیں ہی احمدی ہیں۔ ایک جگہ مرد ہی مرد ہیں اور عورتیں بہت کم ہیں۔ یہ سب اس رپورٹ کے غلط ہونے کا ثبوت ہیں۔

ضلع گورداسپور میں جماعت پندرہ ہزار دکھائی گئی ہے حالانکہ اتنے احمدی صرف بٹالہ کی تحصیل میں ہی ہوں گے۔ کُل ضلع میں جماعت تیس ہزار کے قریب ہوگی لیکن سرکاری رپورٹ کو اگر ڈبل بھی کرلیا جائے تو بھی سارے ملک میں احمدیوں کی تعداد سَوا دو لاکھ ہوگی۔ اس میں شک نہیں کہ بعض جماعتیں ایسے مقامات پر ہیں جن کا ہمیں علم نہیں۔ پھر بہت سے کمزور احمدی ہیں جو اظہار نہیں کرتے۔ کئی جماعتیں ہماری نگرانی میں نہیں اور ان سب کو ملا کر جماعت کا اندازہ' دس بارہ لاکھ کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کم ہو یا زیادہ لیکن اگر دس ہزار بھی سال میں احمدی ہونے والے سمجھ لئے جائیں تو دس سال میں ایک لاکھ ہوں گے۔ اور اڑھائی سَو سال میں افزائشِ نسل کے ذریعہ اضافہ کو مدنظر رکھ کر بھی پچاس ساٹھ لاکھ ہوں گے اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی ترقی نہیں۔ ہم نے تین سَو سال میں ساری دنیا کو احمدی بنانا ہے۔ بادشاہ' رعایا' پارلیمنٹیں اور ان کے ممبر کالے گورے سب ہمارے قبضہ میں آنے والے ہیں اور باقی رہنے والے صرف خانہ بدوش لوگوں کی حیثیت میں ہونگے۔ ظاہر ہے کہ اس منزل کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں کس قدر محنت کی ضرورت ہے اور ہم نے اس حد تک کوشش نہیں کی جس حد تک کی جانی ضروری ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے جسے وہ ضرور پورا کرے گا۔ لیکن جس کام کو فرشتے ہی کریں ہمارے لئے اس میں کیا خوشی ہوسکتی ہے۔ انبیاء کی پیشگوئیاں ہوتی ہی اسی لئے ہیں کہ ان کے پورا کرنے میں مومنوں کا بھی حصہ ہوجائے وگرنہ خدا تعالیٰ نے جو بتایا وہ تو ایسی قضاء ہے جو ہوکر رہے گی مگر اس کا منشاء یہ ہے کہ میں نے یہ دریا بہایا ہے تم بھی اس سے جس قدر فائدہ اُٹھانا چاہتے ہو اُٹھالو۔ اور پیشگوئیوں کی یہی غرض ہوتی ہے۔

پس تبلیغ کا کام نہایت اہم ہے۔ خصوصاً قادیان کی جماعت کو اس طرف خاص توجہ دینی چاہیئے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ابھی تک قادیان میں ہزار کے قریب غیراحمدی موجود ہیں۔

حالانکہ اگر ایک بھی ہو تو ہمیں تردّد ہونا چاہیئے- ان کے علاوہ چھ صد کے قریب ہندو اور سکھ ہیں- قلوب کی فتح استقلال سے ہوا کرتی ہے- یہاں کی جماعت میں مَیں نے یہ نقص دیکھا ہے کہ جب کوئی نیا آدمی یہاں آئے تو لوگ گھبرا جاتے ہیں' حالانکہ یہ کمزوری اور بُزدلی ہے- میں نے ایک پچھلے خطبے میں بھی کہا تھا کہ شیر کے گھر میں اگر شکار آئے تو وہ خوش ہوتا ہے- پس بجائے اس کے کہ ہم باہر جا جا کر مولویوں کو تلاش کرتے پھریں' ہمیں چاہیئے کہ ان کے یہاں آنے کیلئے دعائیں کریں- آخر یہی قادیان ہے جہاں ہمارے اتنے دشمن تھے کہ گلیوں میں چلنا پھرنا بند تھا اور یہیں لیکھرام آکر رہا- مگر اب تو شاید اس کا کوئی چیلہ بھی آجائے تو بعض لوگ گھبرا جائیں- جنہوں نے دنیا کو فتح کرنا ہو وہ کبھی اس طرح گھبرایا نہیں کرتے- اگر اس میں فکر کی کوئی بات ہو تو سب سے زیادہ فکر مجھے ہونی چاہیئے- اور اگر تمہاری ایک وقت کی نیند حرام ہوتی ہے تو میری مہینوں کی ہونی چاہیئے- مگر مجھے تو کبھی فکر نہیں ہوا کہ کیا ہوگا- اور ہونا کیا ہے بس یہی کہ اُٹھو اور فتح کرلو- مثلاً آج کل احراری یہاں آئے ہوئے ہیں- وہ بھی تو آخر انسان کی نسل سے ہی ہیں- دماغ' کان' آنکھیں' قلب و جگر عام انسانوں کی طرح رکھتے ہیں اور کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مُہر لگا دی ہے کہ کوئی احراری احمدی نہیں ہوگا- سینکڑوں خلافتی بلکہ ان کے کئی پُرجوش ڈکٹیٹر احمدی ہوچکے ہیں حالانکہ تحریکِ خلافت کے ایام میں احمدیت کے خلاف بھی بہت سخت جوش تھا لیکن بعض ہجرت کرنے والوں میں سے بھی احمدی ہوئے ہیں- صوفی عبدالغفور صاحب بی-اے ہجرت کرکے افغانستان گئے- اور وہاں سے خراب وخستہ ہو کر واپس آئے پھر وہ جماعت احمدیہ میں داخل ہوگئے- اسی طرح چھچھ کے لیڈر محمد غوث صاحب بڑے پُرجوش خلافتی اور اپنے علاقہ کے لیڈر تھے- سینکڑوں لوگوں کو انہوں نے قید کرادیا مگر اب وہ مخلص احمدی ہیں- اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی سچی قربانی کو قبول کیا اور ہدایت قبول کرنے کی توفیق دی- اسی طرح احراری بھی سارے کے سارے بُرے نہیں- ان میں ہزاروں ہیں جن کے نزدیک اسلام کی خدمت کا صحیح رستہ وہی ہے جو انہوں نے اختیار کر رکھا ہے- وہ اخلاص سے کام کر رہے ہیں اور اس کے نتیجہ میں ہدایت پاسکتے ہیں- پس ان سے ملو' ان کے پاس جاؤ' بیٹھو- انہیں اپنے ہاں بلاؤ بٹھاؤ- یہاں آریوں کے جلسہ کے موقع پر ایک دفعہ جگہ کا سوال پیدا ہوا تو میں نے کہا کہ ہماری اور جگہ تو کیا تم ہماری مسجد میں جلسہ کرسکتے ہو اور سب احمدی سنیں گے- اسی طرح ایک بار گاندھی جی نے کسی سے ذکر

کیا کہ یہ منظم اور کارکن جماعت ہے مگر افسوس کہ کانگرسی تحریک میں کوئی حصہ نہیں لیتی میں انہیں سمجھاؤں گا' میں نے انہیں کہلا بھیجا کہ آپ یہاں آئیں اور جتنا عرصہ چاہیں تقریریں کریں ہم سب آپ کے خیالات سنیں گے اور اپنے سنائیں گے۔ اگر آپ کے خیالات میں معقولیت زیادہ ہوئی تو ہم آپ کے ساتھ ہو جائیں گے۔ اور اگر ہمارے خیالات زیادہ معقول ہوئے تو آپ ہمارے ساتھ مل جائیں۔ آریوں کو میرے مسجد میں جلسہ کرنے کی اجازت دینے کے بعد ان کا کوئی کامیاب جلسہ نہیں ہوا۔ شاید میرے اس کہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں ناکام کردیا۔ اسی طرح احراری ہماری مسجدوں میں آئیں تقریریں کریں اور دوست ٹھنڈے دل سے سنیں۔ باہر کے احمدیوں کو تو گالیاں سننے کی عادت ہوتی ہے مگر یہاں تو خداتعالیٰ کسی کو بھیج دیتا ہے۔ لوکل کمیٹی کو چاہیئے کہ ہر محلّہ سے ایسے لوگ مقرر کردے جو ان سے ملیں ان کی دعوتیں کریں۔ قلوب کو انہیں ذرائع سے فتح کرو جو خدا نے بتائے ہیں۔ اور اس تلوار سے دشمن کو فتح کرو جو براہین' دلیل' نیکی' صداقت اور راستبازی و خوش اخلاقی کی تلوار ہے۔ اب لوہے کی تلوار مفید نہیں ہو سکتی کیونکہ اگر ہم نے اس سے کام لینا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہمیں وہ عطا بھی کرتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہی لکھا ہے کہ اگر تلوار سے جہاد اس زمانہ کیلئے ضروری ہوتا تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے تلوار نہ چھینتا۔ میں نے بیشک لاٹھی رکھنے کی تلقین کی ہے مگر وہ اس لئے کہ اس سے طاقت پیدا ہوتی ہے۔ وہ مارنے کیلئے نہیں بلکہ مار کھانے کیلئے ہے۔ اگر انسان کے ہاتھ میں سونٹا نہ ہو تو مار کھانے پر وہ سمجھ سکتا ہے میَں بُزدل ہوں۔ اگر سونٹا ہوتا تو میں بھی اسے ضرور پیٹتا لیکن سونٹا ہوتے ہوئے مار کھانا یقیناً بہادری ہے۔ اور جیسا کہ میں نے جلسہ سالانہ کے موقع پر بتایا تھا سونٹا ہاتھ میں رکھوانے سے میری غرض یہی ہے۔ وگرنہ ہماری تلواریں دعائیں ہیں' نیک نمونہ ہے' جسے اگر اختیار کیا جائے تو کیا تعجب ہے کہ اگلے جمعہ میں بجائے اس کے کہ میں کہوں دوست گھبرائیں نہیں کوئی اُٹھ کر کہے کہ یہ احراری بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا احمدی ہونا ناممکن نہیں' ایسے ایسے مخالفوں نے بیعتیں کی ہیں کہ ہاتھ میں ہاتھ ہوتے ہوئے ان کی چیخیں نکل گئیں اور انہوں نے کہا کہ دعا کریں' ہم نے احمدیوں پر بہت ظلم کئے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کردے۔ اب کے جلسہ پر ایک صاحب آئے ہوئے تھے جو بہت مخلص احمدی ہیں مگر پہلے خطرناک ڈاکو تھے۔ پس تم یہ کیوں سمجھتے ہو کہ احراری بیعت نہیں کرسکتے۔ کیا وہ خدا کے بندے نہیں ہیں۔ دراصل

لوگ اتنے گندے نہیں ہیں جتنے تم سمجھتے ہو- اگر ان لوگوں کو صیقل کیا جائے تو وہ روشن ستارے بن سکتے ہیں-

پس اس سال کا پروگرام میں یہی تجویز کرتا ہوں کہ تبلیغ کے علاوہ قربانی کا اعلیٰ نمونہ دکھاؤ- دوست ماریں کھائیں' گالیاں کھائیں مگر صبر کریں- کوئی مسیحیت ایسی نہیں جو اس کے بغیر پھیلی ہو- حضرت ابراہیم علیہ السلام کہ وہ بھی مسیح تھے' حضرت مسیح ناصری اور مسیح محمدی اور بھی خدا جانے کتنے مسیح گزرے ہیں مگر سب جمالی رنگ میں تھے دعاؤں کے ساتھ مخالفوں کا مقابلہ کرتے تھے تلوار سے نہیں' ماریں کھاکر جیتے اور یہی ہمارے متعلق ہوگا- جو اس کیلئے تیار ہے وہی اسلام کی فتح کیلئے کوشش کرتا ہے- اتنی ماریں کھاؤ اور اتنی گالیاں سنو کہ دنیا مان جائے کہ روئے زمین پر اتنی ماریں اور گالیاں کھانے والی کوئی دوسری قوم نہیں پھر خودبخود لوگ ہدایت کی طرف آجائیں گے اور ان کے قلوب فتح ہو جائیں گے-

یوم التبلیغ کے موقع پر غالبًا جماعت لاہور کے بعض دوست کسی گاؤں میں گئے تو گاؤں والوں نے انہیں مارا- اور بعض اشیاء چھین لیں کسی کی پگڑی' کسی کاکُلاہ اور کسی کی کوئی اور چیز چھینی گئی مگر وہ جب واپس آرہے تھے تو ایک شخص قریبًاایک میل سے بھاگتا ہواآکر ان سے ملا' اس نے کوئی چیز پکڑی ہوئی تھی اور روتا ہوا یہ کہہ رہاتھا یہ لے لواور ہمارے گاؤں والوں کیلئے بددعانہ کرنا' انہوں نے بہت ظلم کیاہے- یہ قلب کی فتح تھی جس وقت ہمارے دوست ماریں کھارہے تھے' فرشتے ان کی فتح کے سامان کررہے تھے- یہی چیزہے جس سے تم جیت سکتے ہو- ہیڈماسٹروں کافرض ہے کہ اپنے طالبعلموں کے قلوب میں یہ بات پیدا کریں- پریذیڈنٹ اپنی اپنی جماعت میں اور ناظرتمام جماعت میں یہ جذبہ پیداکریں- اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تلوار سے ہی ہمیشہ کامیابی ہوسکتی ہے' پس اسی تلوار کو چلاؤ- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰ ۃ والسلام کاالہام ہے کہ فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے- رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ہم نے تیرے لئے لوہا اُتارا ہے[۲] - مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰ ۃ والسلام کیلئے فرشتوں کی تلوار فرمایا- اس لئے وہاں لوہے کی تلوار سے کام لیاگیا اور یہاں فرشتوں کی تلوار سے کامیابی ہوگی- پس فرشتوں کو کام کرنے دو- رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب انسان خود ہاتھ اُٹھائے تو فرشتے ہٹ جاتے ہیں- ایک دفعہ ایک شخص دوسرے کو بُرابھلا کہہ رہا تھا جب دوسرا بھی جواب دینے لگا تو آپ نے فرمایا کہ اب تک اس کی طرف سے فرشتہ

جواب دے رہا تھا جو اَب ہٹ گیا ہے [3] - ہاں جب خدا کا حکم ہو تو تلوار بھی ضروری ہوتی ہے جیسے محمد رسول اللہ ﷺ کے وقت میں ہوا- اور اُس وقت فرشتے بھی ویسی ہی تلوار چلاتے ہیں اور جب فرشتے ساتھ ہوں تو کسی کا کیا ڈر ہو سکتا ہے خواہ کوئی کتنا جابر بادشاہ اور زبردست حکومت ہی کیوں نہ ہو- جابر سے جابر بادشاہ کی بھی کیا ہستی ہے- رات کو قولنج کا درد ہو تو صبح جنازہ نکلا ہوگا- جو انسان اپنے کو خدا کے ہاتھ میں سونپ دے اسے کسی کا کیا ڈر ہو سکتا ہے- بعض لوگ کہتے ہیں پولیس کا افسر خلاف ہے- حالانکہ کوئی افسر ہے جو ایک گھنٹہ تک زندہ رہنے کی بھی گارنٹی کر سکے- اگر تم خدا کے ہاتھ میں چلے جاؤ تو جو تم پر ظلم کرے گا' اللہ تعالیٰ اس کے افسروں کو اس سے ناراض کردے گا یا اسے مار دے گا یا پھر اس کی اصلاح کردے گا- اگر ہم اپنے اندر نیکی اور تقویٰ پیدا کریں' عادل بنیں' ظالم بننے کی بجائے مظلوم بنیں تو خدا تعالیٰ کی نصرت ہمارے لئے ہوگی- جب ہم سو رہے ہوں گے فرشتے ہمارے لئے لڑیں گے- ہم اگر لڑیں تو بھی بارہ گھنٹے لڑ سکتے ہیں- مگر جب خدا کے ہاتھ میں اپنے کو سونپ دیں تو فرشتے ہماری طرف سے ہماری غفلت کے وقت بھی لڑیں گے - اور اگر خدا کا یہی منشاء ہوا کہ ہم مارے جائیں تو مارے جاؤ- خصوصاً قادیان کے لوگوں کو اس طرف دھیان دینا چاہیئے اور یہاں کے درس دینے والوں' اماموں' پریذیڈنٹ اور دوسرے لوکل عہدیداروں' تعلیمی محکموں کے افسروں اور ناظروں کا فرض ہے کہ جب بھی موقع ملے دوستوں کو یہ سمجھاتے رہیں کہ تمہارا فرض یہی ہے کہ روحانی طور پر قلوب کو فتح کرو- پھر قادیان کیا ساری دنیا میں بھی تمہیں کوئی غیراحمدی نظر نہیں آئے گا- اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ اس پر عمل کرسکیں اور اپنے جوش میں غلطی کرکے سلسلہ کی بدنامی اور اس کی ترقیات میں روک کا موجب نہ ہوں-

(الفضل ۱۱- جنوری ۱۹۳۴ء)

---

[1] تذکرۃالشہادتین صفحہ ۶۷ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۷

[2] الحدید:۲۶

[3] مسنداحمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۳۶ دارالفکر بیروت